تعارف وتبصرہ

مولانا شبلی بحیثیت سیرت نگار

ظفر احمد صدیقی

ملنے کا پتا: ایجوکیشنل بک ہاؤس شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ، سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء، صفحات ۳۰۴، قیمت ۲۵۰/-

عجم کی مدح کرنے اور عباسیوں کی داستان لکھنے کے بعد عمر کے آخری مرحلے میں علامہ شبلی کو سیرتِ پیغمبرِ خاتم لکھنے کی توفیق ہوئی۔ اگرچہ اپنی خواہش اور منصوبے کے مطابق وہ اسے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے لیکن ناتمام رہ جانے کے باوجود ان کی تصنیف "سیرت النبی" اپنی گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں لکھی جانے والی عربی اور اردو تصانیفِ سیرت میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ علامہ شبلی نے اس کے شروع میں ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے جس میں انھوں نے قدیم کتب سیرت پر تنقید کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ان میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں جو صرف صحیح روایتوں پر مشتمل ہو۔ انھوں نے سیرت نگاری کے سلسلے میں کچھ اصول وضوابط متعین کیے ہیں اور ان کے مطابق اپنی کتاب تصنیف کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ زیرتبصرہ کتاب کے مصنف کا خیال ہے کہ علامہ شبلی نعمانی نے اپنے مقدمہ میں جن اصولوں کا تذکرہ کیا ہے ان پر خود عمل نہیں کرسکے ہیں۔ اپنے دعوی پر انھوں نے بہت تفصیل سے دلائل دیے ہیں اور سیرۃ النبی کے اقتباسات اور مباحث کا تذکرہ کرکے ان کا ناقدانہ جائزہ لیا ہے۔ ان کی یہ بحث سہ ماہی مجلہ ترجمان الاسلام بنارس کی سات قسطوں میں پہلے شائع ہوئی اور اب تہذیب وتنقیح کے بعد کتابی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

یہ کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں سیرۃ النبی کی خصوصیات و امتیازات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس کی مقبولیت کا سبب علامہ شبلی کا مؤثر اسلوبِ بیان، مورخانہ شعور وآگہی، سلیقۂ تحریر وتصنیف، مستشرقین کا ردّ وابطال اور عالمانہ طرزِ تخاطب ہے۔ بقیہ ابواب تنقیدی نوعیت کے ہیں۔ ان میں یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ علامہ شبلی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ

سیرت کے موضوع پر صحیح روایات کے التزام کے ساتھ کتاب لکھیں گے اور روایاتِ سیرت اور احادیث میں اختلاف کی صورت میں احادیث کو ترجیح دیں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں شامل تقریباً نصف روایتیں "کم مستند" یا "غیر مستند" ہیں، بسا اوقات احادیثِ صحیحہ پر روایاتِ سیرت کو ترجیح دی گئی ہے اور بعض واقعات کے سلسلے میں احادیث کے بجائے سیرت کی کتابوں پر اعتماد کیا گیا ہے۔ بعض صحیح روایات پر بھی تنقید کی گئی ہے۔ مصنف نے علامہ شبلی کے تضادات، تفردات، ضعفِ استدلال اور تسامحات کی مثالیں بھی اکٹھا کی ہیں۔ مجلہ ترجمان الاسلام میں اس بحث کی اشاعت کے بعد بعض اہلِ علم نے اس پر اپنی آرا تحریر کی تھیں اور بعض غلطیوں کی نشان دہی کی تھی۔ مصنف نے کتاب کے "ضمیمہ" میں ان کے سلسلہ میں بعض وضاحتیں اور استدراکات کیے ہیں۔

سیرۃ النبی کی اشاعت کے بعد ہی سے اس کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیا جاتا رہا ہے اور تنقیدیں کی گئی ہیں۔ خود علامہ شبلی کے شاگردِ رشید علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی بعض مقامات پر اپنے استاد سے اختلاف کیا ہے۔ ان کی فروگذاشتوں اور مسامحات پر تنبیہ کی ہے اور استدراکات کیے ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب میں بھی ان استدراکات اور تنقیدی اشارات سے استفادہ کیا گیا ہے (پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے اپنے ایک مضمون میں ان استدراکات کو جمع کر دیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے "شبلی کی سیرۃ النبی کا مطالعہ نقدِ سلیمانی کی روشنی میں"، تحقیقاتِ اسلامی، جلد ۳، شمارہ ۲، اپریل تا جون ۱۹۸۴ء، ص ۴۴-۵۸) زیرِ تبصرہ کتاب کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ کوئی انسانی کاوش کمیوں اور خامیوں سے مبرّا نہیں ہے۔ امام مالکؒ مسجدِ نبوی میں حدیث کا درس دیتے ہوئے قبرِ رسول کی جانب اشارہ کر کے فرماتے تھے: كُلٌّ يُؤخذُ من قوله ويُردُّ الا صاحبَ هذا القبر خود زیرِ تبصرہ کتاب میں بھی بار بار کے مراجعہ کے باوجود متعدد غلطیاں رہ گئی ہیں۔ مثلاً مولانا شبلی نے کعب بن اشرف یہودی کی سازشوں کی جو تفصیل ذکر کی ہے اس کے سلسلے میں لکھتے ہیں "مولانا نے اس بیان کے لیے تاریخ خمیس کا حوالہ دیا ہے لیکن راقم کو کعب بن اشرف کے قتل کے سیاق میں اس مضمون کی کوئی روایت تاریخ خمیس میں نہیں ملی۔ مولانا کو حوالہ میں غالباً سہو

واقع ہوگیا ہے (ص ۲۲۴) سہو مولانا سے نہیں بلکہ تنقید نگار سے ہوگیا ہے۔ مولانا نے تاریخ خمیس ص ۵۱۷ کا حوالہ دیا ہے اور وہاں مولانا کی بیان کردہ تفصیل موجود ہے (المطبعۃ العامرۃ العثمانیہ طبع اول ۱۳۰۲ھ جلد اول) البتہ وہ کعب بن اشرف کے قتل کے سیاق میں نہیں، بلکہ غزوۂ بنی نضیر کے سیاق میں ہے۔ مقدمۂ سیرت کے آخر میں مولانا شبلی ہی نے "نتائج مباحثِ مذکورہ" کے عنوان سے پوری بحث کا خلاصہ کر دیا ہے لیکن تنقید نگار نے اسے سہواً مولانا سید سلیمان ندوی کے قلم سے سمجھ لیا ہے (ص ۵۲، ۵۳، ۱۱۷) مصرع "ونذھل عن أبنائنا والحلائل" کا ترجمہ مولانا شبلی نے یہ کیا ہے "اور ہم اپنے بیٹوں اور بی بیوں سے بھلا نہ دیے جائیں" (ص ۳۲۳) زیر تبصرہ کتاب میں سہواً "بی بیوں" کی جگہ "بیٹیوں" نقل ہوگیا ہے (ص ۱۷۵)

یہ کتاب تنقید و تبصرہ کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ فاضل مصنف نے بڑی دیدہ ریزی اور چھان بین سے کام لیا ہے۔ پوری بحث میں علمی و استدلالی انداز اختیار کیا ہے اور حفظِ مراتب کا پورا خیال رکھا ہے۔ زبان کی شائستگی اور اعلیٰ تحقیقی معیار پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (محمد رضی الاسلام ندوی)

چراغِ نوا ڈاکٹر رئیس نعمانی

پتا: ایجوکیشنل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ۔ صفحات: ۶۴۔ قیمت: ۳۰ روپے

ڈاکٹر رئیس نعمانی فارسی ادبیات کے معروف اسکالر ہیں، فارسی زبان وادب میں انھیں کامل دستگاہ حاصل ہے۔ ہندوستان اور اس کے باہر جہاں بھی فارسی زبان وادب سے متعلق کوئی جلسہ یا مذاکرہ ہوتا ہے، اس میں ان کی شرکت ناگزیر تصور کی جاتی ہے۔ وہ تقریباً دو دہائیوں سے دانش گاہِ علی گڑھ کے سیدنا طاہر سیف الدین ہائی اسکول میں فارسی کے استاد ہیں۔ فارسی شعر وادب سے متعلق ان کی متعدد کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ اُن میں "برات معنی" (فارسی غزلوں کا مجموعہ) "حدیثِ حیات" (معاصر ہندوستانی فارسی گو شعرا کا مختصر تذکرہ) اور "آئینۂ حیرت" (فارسی کی شاعرات کا تذکرہ)